

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط

مردِ رضا

جامع حالات تاج اولیاء حضور

حضرت قبلہ مولانا شیخ محمد حسین پسروری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَ اَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ

کیسا مبارک ہے وہ خاندان جہاں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروریؒ جیسی شخصیت جنم لیتی ہیں۔ اور کتنی مقدس ہیں وہ مقام وہ درود یوار جہاں حضور کی ولادت ہوئی، جہاں حضرت کا بچپن گزرا۔ وہ گلیاں جنہوں نے انکی پاک طینت ہستی کو جوان ہوتے ہوئے دیکھا۔ کتنے عظمت والے ہیں وہ والدین جن کی گود میں مولانا جیسی عظیم ہستی نے آنکھ کھولی۔ وہ جن کے سبب سے اُن کے والدین کا نام دنیا و آخرت میں روشن ہو گیا۔

حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبحر عالم و فاضل اور کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہو گزرے ہیں۔ مولانا نور احمد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ بعدہ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہوئے اور روحانیت کے نہایت اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ بزرگ آپ کو اپنے وقت کے قطب قرار دیتے تھے۔ حضور مولانا نور احمد صاحبؒ امرتسر کی جامع مسجد نور میں دفن ہیں۔ یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہے کہ مولانا نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے بھائی تھے۔

مولانا نور احمد کے والد حکیم شہاب الدین ۱۸۶۵ء میں وفات پام گئے۔ تو اُن کی والدہ ماجدہ حسن بی بی کا نکاح حکیم رحمان بخش صاحب کے بیٹے حکیم فضل دین صاحب سے ہوا۔ حکیم فضل دین صاحبؒ اپنی پہلی بیوی اور بیٹے مولانا جلال الدینؒ (والد بزرگوار ڈاکٹر عبدالواحد سرینگر والے) کو پسرور محلہ سیداں چھوڑ کر اپنے مرشد کے پاس موضع کلوئے (چوٹہ) مستقلاً چلے گئے ہوئے تھے۔ آپ کے مرشد ہر وقت جذب و کیف کی حالت میں رہتے تھے اور یہ اُن کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ شاید یہ اُن کی اس عظیم خدمت کا انعام تھا کہ ایسا ڈرتا یاب (مولانا محمد حسینؒ) اُن کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ اور اُن کو مولانا کے والد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس مقام پر یعنی موضع کلوئے میں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروریؒ رونق افروز دنیا ہوئے۔ حکیم فضل دین صاحبؒ کی مرقد پُر نور موضع کلوئے میں موجود ہے۔

اُن کی پیدائش مبارک بھی صحت نبوی ﷺ سے مطابقت لیے ہوئے تھی۔ آپؐ جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے والد گرامی آپ کی پیدائش سے اٹھارہ (۱۸) روز پہلے رحلت فرما چکے تھے۔ اگرچہ بظاہر تو یہ ایک عظیم صدمہ تھا مگر انہیں پوشیدہ حکمتیں وہ ربّ عزت ہی جانتا ہے۔ بیایوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ خدا پاک نے خود اپنے اس مقبول اور محبوب بندے کو اپنے صحیب پاک ﷺ کی سنت پر ایمان میں قدم رکھنے سے پہلے ہی عمل طوہ پر چلا دیا۔ حضور مولانا کی پیدائش سیالکوٹ کے نواحی گاؤں ”گڈگور“ میں برطانیہ ۱۸۷۰ء ہوتی۔ نو (۹) ماہ کے تھے کہ والد ماجد بھی رحلت فرمائیں۔ اور یوں اس چھوٹی سی عمر میں آپؐ کو اس عظیم سانحے سے دوچار ہونا پڑا۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ کو آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا لوراحمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کی زوجہ محترمہ لوربائی نے اپنی آنکوش تربیت میں لے لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ مہدائے قیامت نے اُن کو پیدائش ہی سے روحانی الطوار و اقدار سے مالا مال کر رکھا تھا اور اُس وقت کے بزرگوں نے اس بات کا بھی حوالہ دیا کہ مولانا محمد حسین نظری طور پر (مادر زاد) ولی اللہ تھے۔ جو وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ سے اعلیٰ تر روحانی درجات کے ساتھ حصہ فرماتے آئے اور ایک عالم اُن سے مستفید ہوا اور بے شمار ہوتا رہا۔

اگرچہ اس زمانے میں تحصیل علم کے سلسلے میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ ذرائع نقل و حمل نہ ہونے کے برابر تھے۔ تاہم آپؐ کو لڑھائی دہلوی تعلیم کے انتظام کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لاہور بھیجا گیا۔ آپؐ نے پنجاب اور پٹیالہ کالج لاہور سے عربی میں فاضل کیا، جو تقریباً آج کل کے ایم۔ اے کے برابر ہے۔ چونکہ شروع سے ہی آپؐ کا نظری ہکا دکہی علوم کی طرف تھا لہذا آپؐ نے طب، فقہ، منطق، فلسفہ، تفسیر اور حدیث شریف میں خصوصی دسترس حاصل کی۔ آپؐ کے اندر علم حاصل کرنے کی اچھائی تڑپ تھی۔ جس کا ثبوت دیر سے دیر سے ایک بہت بڑے ذاتی کتب خانے کی صورت میں سامنے آیا۔ جس میں بے شمار دور و نایاب کتب موجود تھیں۔

مولوی فاضل مکمل کرنے کے ساتھ ہی فقہ حدیث و تفسیر کے علاوہ علوم معقول و منقول سے فارغ تحصیل ہوئے۔ اور لاہور سے واپسی پر پسرور گورنمنٹ ہائی سکول میں بطور مدرس اعلیٰ عربی زبان ملازمت کا آغاز کیا۔ آپؐ کی ذات انور میں ایک بھر میں معلم کی تمام تر خوبیاں موجود تھیں۔ آپ کا طرزِ تعلیم ایسا دل نشین ہوتا تھا کہ کم سے کم

استعداد رکھنے والے طالب علم بھی بخوبی مطالب و معنی سمجھ لیتے۔ طلباء اور اساتذہ آہستہ آہستہ آپ کی ذہانت اور اعلیٰ قابلیت کے ناکل اور معترف ہوتے گئے۔ پھر کاروبار کا بل بدلتا تھا۔ منہ میں آیا ہے کہ لائق اور بہادری طالب علم بھی آپ کی کاوشیں رساں کے باعث علم کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

اسی دوران آپ پروردگی شاہی مسجد میں درس قرآن و حدیث بھی دیتے تھے اور ساتھ ہی خطیب کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ ۱۹۲۲ء تک آپ پروردگورنمنٹ ہائی سکول میں ملازمت کرتے رہے پھر اسی سال آپ کا تبادلہ ڈیرہ بابانا تک ہو گیا۔ مگر آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور مستقل طور پر شاہی مسجد پروردگی میں قرآن و حدیث کی تدریس کا کام سنبھالا۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے اپنے کچھ رفقاء کو ساتھ لے کر ”انجمن تبلیغ الاسلام، پرورد“ قائم کی۔ اور اس کے صدر مقرر ہوئے۔ اس انجمن نے ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور مرزائیوں میں زبردست تبلیغی کام کیا۔ اور خصوصی لٹریچر کے ذریعے خلق خدا میں دین حق کی محبت پیدا کی اور چھوٹے چھوٹے دینی مسائل کے سلسلے میں بھی رہنمائی فراہم کی۔ ہر قسم کا دینی لٹریچر، کتابچے، علمی تبلیغ کا سلسلہ رشد و ہدایت کے مراکز قائم کرنا اور دینی محافل و مجالس کا اہتمام کرنا اس انجمن کے فرائض میں شامل تھا۔ اس انجمن کے جملہ کارکن انتہائی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض ادا کرتے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزوں کی غلامی کے اس پر آشوب دور میں عوام کے لیے مثبت رہنمائی کا راستہ کھلا رہا۔ پروردگی شاہی مسجد میں وہ رجسٹر محفوظ ہے جس پر ان تمام ہندوؤں، سکھوں اور دوسرے غیر مسلموں کے نام درج ہیں جنہوں نے حضور قبلہ عالم کے دست حق پرست پر دین اسلام قبول کیا اور قلاح دارین پائی۔

اس کے علاوہ حضور قبلہ عالم کا معمول تھا کہ آپ ”انجمن تبلیغ الاسلام، چوٹہ“ کے سالانہ جلسوں میں بھی ہر سال شرکت کرتے۔ اس انجمن نے بڑے زبردست تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے۔ جس کی وجہ سے انجمن کی دھوم اور شہرت پورے ہندوستان میں عام ہو گئی۔ باقاعدہ تبلیغی جلسوں اور دوسرے تبلیغی پروگراموں سے ہندو قوم کے رہنماؤں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس انجمن کے جلسے اور تبلیغی وفود کے دورے ہندوستان بھر میں شروع ہوئے اور جوق در جوق غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو ہندوؤں اس تبلیغی مشن سے انتہائی خوف زدہ ہو گئے۔ اور حاکمان ہند کو بھی یہ بات گراں گزری۔ علمی اور تبلیغی اثرات کا اندازہ مسٹر گاندھی کے ان الفاظ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ

”اگر ایسی اور چند انجمنیں معرض وجود میں آگئیں تو ہندوستان میں کوئی بھی ہندو نظر نہیں آئے گا۔“

(وقائع سیالکوٹ اور روزنامہ پنجابیت ۲۴-۱۰-۱۹۳۳ء)

چنانچہ ۱۹۳۳ء میں مہاتما گاندھی کے ایمپرائیج ہندویشن چوٹھہ آیا اور چوٹھہ میں تبلیغی جلسے کا اہتمام ہوا۔ ایک ہندو مسلم مناظرہ بھی انہی دنوں آریہ سماج چوٹھہ میں منعقد ہوا۔ جس میں مسلمانوں کی نمائندگی ”حضرت مولانا محمد حسین پسروری“ اور ”مولوی محمد ابراہیم میرسیالکوٹی“ نے کی جس میں ہندوؤں کو شکست فاش ہوئی۔

حضور قبلہ عالم کا طریق اتحاد و یکا نگت تھا۔ آپ مسلمانوں کے سبھی فرقوں میں حسن سلوک، رواداری اور صلح جوئی کے جذبات اُجاگر کرنے میں کوشاں رہتے۔ مسلمانوں کو بھائی بھائی بننے کی تلقین فرماتے اور تفرقہ بازی میں پڑنے کی بجائے متحد ہو کر عالم اسلام کی خدمت کا شعور پیدا کرتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ ”اپنے ان بھائیوں کو اس طرح دور نہ کرو کہ دشمن ان سے فائدہ اٹھالے جائیں۔“

آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ آپ عقیدت مندوں کو وظائف کی کثرت نہیں بتایا کرتے تھے صرف دینی مسائل سمجھاتے۔ دین کے ضروری نکات واضح کرتے اور فرائض کو درست اور صحیح انداز میں ادا کرنے کی ترغیب دیتے۔ قرآن پاک کو درست پڑھنے اور یاد کرنے کی تلقین کرتے۔ اور محبت رسول ﷺ کو آپ کی صحبت کا ایک لازمی جزو تھا۔ کہ جو بھی آپ کی صحبت میں صدق دل سے پہنچا یہ دولت لے کر ہی گیا۔

حضور سلطان العارفین خواجہ حافظ فتح الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام زندگی آستانہ عالیہ رنگپورہ شریف، سیالکوٹ پر عشق رسول ﷺ میں فنا ہو کر بسر کی۔ آپ وہ فقیر راہ سلوک تھے تھے جو جذب و کیف کی منزل شاہانہ پر بھی متمکن ہو۔ آپ نے یقیناً خدا تعالیٰ سے دعا مانگی ہوگی کہ خدائے رب ذوالجلال ایک ایسا روحانی فرزند عطاء فرما جو اُن کی تمام تر روحانی فتوحات کا وارث بن سکے۔ آپ ”مستجاب الدعوات تھے۔ کہ خدائے بزرگ و برتر نے ایسا فرزند عطاء کیا جس کی نظیر نہ تھی۔ ایسا بابرکت اور مبارک فرزند عطاء ہوا کہ زمانے نے دیکھا اور زمانہ بھول نہ پائے گا کہ وہ فرزند اپنے مقام میں منفرد تھا۔

ایک عقیدت مند بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے یہ بات خود اپنے کانوں سے سنی ہے کہ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروری نے بیان فرمایا کہ اُن کا حضور قبلہ سلطان العارفین سے تعلق روحانی تقریباً چار سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ اور اس ننھی سی عمر سے حضور قبلہ سلطان العارفین نے اُن کو اپنی تربیت خاص اور اپنی نگاہ فیض رساں میں لے رکھا

بہر حال ظاہری طور پر حضور قبلہ عالمؒ کا یہ معمول تھا کہ حضور موسیٰ تکلیفوں کی پرواہ کیے بغیر ذاتی تکلیفوں کی پرواہ کیے بغیر ہر روز بلا تاغہ گورنمنٹ ہائی سکول پسرور میں کارڈرس و تدریس کھل کر کے اور گھریلو ضروری ذمہ داریوں کو نمٹا کر گھوڑی پر پسرور سے سیالکوٹ رنگپورہ شریف کا رخ کرتے جہاں حضور قبلہ سلطان العارفین حضرت حافظ فتح الدین صاحبؒ کا ڈیرہ مبارک تھا۔ نماز عشاء اپنے مرشد پاک کے ساتھ ادا کرتے اور پھر تمام رات مرشد پاک کی خدمت گزاری میں بسر کرتے اور غالباً نماز فجر یا نماز تہجد پڑھ کر مرشد پاک سے اجازت حاصل کر کے دوبارہ پسرور کا سفر اختیار کرتے۔ حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروریؒ کی اس پر خلوص خدمت گزاری بے لوث محبت والہانہ لگاؤ اور بے پناہ ریاضت و مشقت کا دور کوئی ایک یا دو دن یا ہفتوں پر مشتمل نہ تھا بلکہ سالہا سال پر پھیلا ہوا ہے۔

۹ شعبان ۱۳۱۳ھ کو قبلہ سلطان العارفین حافظ صاحبؒ نے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ حضور سلطان العارفینؒ کے وصال کے بعد دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رنگپورہ شریف امیر جماعت سے خالی ہو گیا۔ چنانچہ جب حضور شیخ المشائخؒ قطب العالمین، خواجہ خواجگان حضرت بابا جی فقیر محمد صاحب چورائیؒ اپنے جملہ خلفائے کرام کے ساتھ برائے ختم شریف و فاتحہ خوانی رنگپورہ شریف تشریف لائے۔ تو اس اجتماع عظیم میں حضور قبلہ والائے خصوصیت کے ساتھ اس ”شہباز علم و معرفت“ کو اس عظیم اور عالی مرتبہ دربار شریف کا امیر جماعت اور سجادہ نشین مقرر کیا جو قبلہ سلطان العارفین حضرت قبلہ حافظ صاحبؒ کی آنکھوں کا تارا، اُن کی نگاہ پر تاثیر کا پروردہ تھا۔ اور حضور قبلہ سلطان چورائیؒ کی نگاہوں کا خاص مرکز و محور تھا۔ وہی جن کو آج دنیا ”قطب اقطاب مولانا محمد حسین پسروری ثم سیالکوٹی“ کے نام سے جانتی ہے۔

حضور مولانا محمد حسین پسروریؒ نے اپنے مرشد پاک کے ظاہری طور پر پردہ فرمالینے کے بعد بھی اپنے عشق و وقار کے طریق کو اس طرح قائم رکھا کہ ہر جمعرات کو قبلہ گاہی کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے رہے۔ اور ۹ شعبان ۱۳۱۵ھ کو حضور سلطان العارفین حافظ فتح الدینؒ کے پہلے عرس پاک کی بنیاد رکھی۔ اور اپنی حیات پاک کے بقیا چھپن ۵۶ سالوں میں بلا تاغہ ہر سال ۹ شعبان المعظم کو اپنے مرشد پاک کا عرس پاک نہایت وسیع و عریض پیمانے پر عین سنت مبارکہ اور شریعت مطہرہ کے مطابق مناتے رہے۔ ان عرسوں کو جن لوگوں نے دیکھا ہے وہ اب بھی ان عرسوں کی

رونق اور روحانی فضاء کو یاد کر کے اشک بار ہوتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ عرس مبارک تین دن تک جاری رہتا تھا۔ اور اس عرس پاک میں شرکت کے لیے بہت دور دراز سے ناصر زائرین اور مریدین تشریف لاتے بلکہ اس مبارک تقریب میں دور دراز سے جید علماء اور فقہاء عظام اور مشائخ بھی نہایت ذوق و شوق اور محبت سے شامل ہوتے۔ رونق کا یہ عالم ہوتا کہ دربار شریف کے ارد گرد تقریباً ایک ایک فرلانگ تک تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی۔ علی پور شریف سے پیر جماعت علی شاہ صاحب لاٹانی سرکار اور پیر جماعت علی شاہ صاحب ثانی سرکار کی خصوصی شرکت ہوتی۔ چورہ شریف سے خواجہ خواجگان باباجی فقیر محمد علیہ الرحمۃ اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے ہونہار سپوت حضور پیر طریقت شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد سید شاہ صاحب و پیر حیدر شاہ صاحب المعروف پیر کالی چادر والے ان کی خصوصی آمد ہوتی۔ اس کے علاوہ آستانہ عالیہ آلومہار شریف کے بزرگان اور امرتسر سے حضور قبلہ عالم مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری اور ان کے صاحبزادگان باولی شریف جہلم کے بزرگان کی خاص آمد ہوتی۔ اور خاص طور پر سرہند شریف سے حضور حضرت مجدد الف ثانی کی درگاہ خاص کے سجادہ نشین ان کے خلفاء اکرام اور اجمیر شریف سے تعلق رکھنے والے مختلف بزرگوں کی بھی آمد ہوتی۔

حضور قبلہ عالم کی عبادات مجاہدات اور روزمرہ کے معمولات بعینہ سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق تھے۔ بلکہ اس قدر متابعت حاصل تھی کہ اگر کسی نے احادیث کی کتب مبارکہ میں آپ ﷺ کی عبادات اور سنن مبارک کے متعلق نہ بھی پڑھا ہو تو وہ صرف حضور قبلہ عالم کو دیکھ لیتا، ان کی طرز زندگی کا بغور مطالعہ کر لیتا تو اس کو بہت ساری سنن مبارک کا پتہ چل جاتا کہ آپ ﷺ کا طرز عمل کیسا تھا۔

آپ کا چہرہ مبارک نہایت دلنشین تھا، چہرہ مبارک پر ہر وقت ہلکے سے تبسم کی کیفیت رہتی۔ جس کسی نے بھی آپ کا دیدار ایک مرتبہ بھی کر لیا ساری عمر آپ کے چہرہ انور کو فراموش نہ کر سکا۔ ماتھے پر نور کی چمکتی کرنیں، مہندی لگی سرخ داڑھی مبارک، انوار الہیہ اور عشق رسول کریم ﷺ سے تہمتا ہوا سرخ و سفید چہرہ مبارک، ستواں ناک مبارک، لمبی پلکیں، متبسم نگاہیں، اکثر مبارک ہونٹوں کے آگے دائیں ہاتھ کی دو اگلیاں رکھ لیتے، میانہ زلفیں، لوگ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑنے والے انوار و تجلیات کی نورانیت کے متحمل نہ ہوتے اور آپ کے چہرہ انور کی ضیاء پاشیوں کو برداشت نہ کر پاتے لہذا آپ اپنے چہرہ انور کو ایک سفید رومال سے پردہ دیئے رہتے۔

آپ کا مزاج مبارک انتہائی نرم و خوی تھا، آواز مبارک نہایت شیریں تھی، جب گفتگو فرماتے تو انتہائی

مناات سے یوں کہ ایک ایک لفظ واضح، جدا جدا اور سننے والے کے دل و دماغ میں اترتا ہوا محسوس ہوتا۔ گویا عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق۔ جب آپؐ گفتگو کا آغاز فرماتے تو سننے والوں پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ وہ ہمہ تن گوش ہو جاتے۔ آپؐ کے رعب و جلال کی کیفیت اس قدر ہوتی کہ کوئی شخص بھی آپؐ کے چہرہ انور کی طرف دیکھ کر بات نہ کر سکتا تھا۔

آپؐ نے تمام عمر سنت مبارک کے مطابق صرف سفید لباس زیب تن کیا۔ اکثر کھدر کا سفید لباس پہنتے۔ سر مبارک پر اکثر عمامہ شریف باندھتے لیکن عمامہ شریف کے علاوہ ٹوپی بھی استعمال فرماتے۔ لباس مبارک کے ساتھ ایک چادر مبارک بھی اڑھتے۔ لباس مبارک کے متعلق حضور قبلہ عالمؐ کے پیش نظر قرآن پاک کی آیت مبارک وَ لِيَايَك فَطَهْرُ اور اپنے کپڑے پاک رکھو (سورہ المدثر ۴) ہمیشہ رہی کہ اس معاملے میں آپؐ بہت احتیاط فرماتے۔ آپؐ کے کپڑے اور بستر کی چادریں وغیرہ مکمل احتیاط کے ساتھ دھوئے جاتے۔ حتیٰ کہ نئے کپڑے بھی پہننے سے پہلے دھلوا کر پاک کیے جاتے۔ جن اصحاب کا پاک صاف ہونا درجہ یقین تک پہنچا ہوتا صرف وہی آپؐ کے زیر استعمال چیزوں کو اٹھاتے اور رکھتے۔

ہر چند کہ حضور قبلہ عالمؐ کی عمر مبارک کافی ہو چکی تھی (قریباً اسی سال) مگر آپؐ کی چال مبارک سبک اور تیز تھی۔ قدم نہایت نرم اور آہستگی سے زمین پر پڑتا، پھریوں محسوس ہوتا کہ آپؐ بلندی سے اترائی کی طرف اتر رہے ہیں۔ جوان ساتھی ساتھی دوڑ دوڑ کر ساتھ چلتے۔ (گویا کہ حضور قبلہ عالمؐ اس معاملے میں بھی عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھے) ہر چند کہ حضور قبلہ عالمؐ کا قدم مبارک میانہ تھا مگر اپنے ساتھیوں میں بلکہ لاکھوں اور ہزاروں کے مجمع میں بھی آپؐ خود بخود نمایاں، ممتاز اور سب سے سرفراز نظر آتے۔ (خدا تعالیٰ اپنے رسول کریم ﷺ پر اور ان کے صدقے میں آپؐ پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے کہ یہ کمال متابعت اور عنایت رسول کریم ﷺ ہے)۔ حضور قبلہ عالمؐ کے وجود پر انوار سے ایسی پاک اور فرحت بخش مہک آتی رہتی تھی کہ جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حالانکہ سخت گرمیوں میں (جبکہ اُس وقت بجلی کے پنکھوں وغیرہ کی سہولت بھی نہ تھی) پسینہ وغیرہ آنے کے باوجود یہ کیفیت قائم رہتی۔ بلکہ کبھی تو یوں محسوس ہوتا کہ آپؐ کا پسینہ مبارک ہی سے خوشبو آتی ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالمؐ کو اعلیٰ ذہنی و روحانی قوتوں کے ساتھ ساتھ جسمانی قوتوں سے بھی نوازا تھا۔ گو آپؐ کا زیادہ وقت تحصیل علم اور عبادت الہی میں بسر ہوتا تھا۔ لیکن آپؐ کی صحت اور اعصاب باقاعدہ ورزش

کرنے والوں سے بھی زیادہ توانا اور مضبوط تھے۔

حضور قبلہ عالمؐ ہمیشہ سادہ غذا پسند فرماتے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک وقت کا کھانا کھاتے۔ کبھی تو یہ کھانا بعد نماز ظہر ہوتا اور کبھی بعد نماز مغرب۔ بیٹھے سے آپؐ کو بہت زیادہ رغبت نہ تھی مگر سویاں شوق سے تناول فرماتے۔

آپؐ رمضان شریف کے علاوہ بھی اکثر روزے سے ہوتے۔ حالانکہ عمر مبارک کافی ہو چکی تھی اور ظاہری ضعف بہت حد تک غلبہ پا چکا تھا۔ رمضان مبارک میں نماز تراویح میں اکثر پانچ پارے پڑھے جاتے لیکن ایسا بھی ہوا کہ نماز تراویح میں اُنیس، اُنیس پارے بھی پڑھے جاتے رہے (نماز تراویح کے بعد نماز تہجد میں بھی پانچ پارے سماعت فرمانا آپؐ کا معمول تھا۔) اور حضور قبلہ عالمؐ اس تمام دورانیے میں قیام فرماتے حالانکہ عمر مبارک (تقریباً اسی ۸۰ سال) اور بدن مبارک کمزور ہو چکا تھا۔ باقی نمازی حضرات تھک کر بیٹھ بھی جاتے جن میں جوان لوگ بھی شامل ہوتے مگر آفرین ہے حضور قبلہ عالمؐ کے عشق صادق پر۔ اس دوران حفاظ کرام کی خدمت کا خاص خیال رکھا جاتا۔ انہیں دودھ، بادام، پھل اور بہترین غذائیں فراہم کیں جاتیں۔ ریاست جموں کے حافظ غلام رسول صاحب، حافظ محمد عالم صاحب اور حافظ عبدالعزیز صاحب، گوجرانوالہ کے حافظ ابراہیم صاحب (جو کہ نابینا تھے) یہ سب حضرات رمضان المبارک میں باقاعدگی سے حضور قبلہ عالمؐ کے پاس قیام فرماتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔

بتایا جاتا ہے کہ دوران نماز جب قرآن حکیم کی قرات کی جا رہی ہوتی تو حضور قبلہ عالمؐ کے سینہ انور سے سوز و گداز کی وجہ سے ایسی آواز سنائی دیتی جیسا کہ کسی بہت بڑے برتن میں جوش پیدا ہوتا ہے تو آواز سنائی دیتی ہے۔ جو حضرات اُس مبارک وقت اُس پاک جماعت میں آپؐ کے ساتھ موجود ہوتے وہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی قرآن پاک کی سماعت کے دوران آپؐ کے سینہ انور سے ایسی آواز سنائی دیتی یا آپؐ سے ایک آہ کی سی آواز سنائی دیتی تو یوں محسوس ہوتا گویا نور کے شعلے چاروں طرف لپکے ہیں۔

حضور قبلہ عالمؐ کا معمول مبارک یوں تھا کہ سنت مبارک کے مطابق رات کے ابتدائی حصہ میں کچھ دیر آرام فرماتے۔ پھر اس کے بعد بیدار ہو کر وضو فرماتے (حضور قبلہ عالمؐ کا معمول مبارک تھا کہ ہر نماز کے لیے وضو ہونے کے باوجود تازہ وضو فرماتے، خود تو آپؐ ہر وقت با وضو ہوتے ہی مگر ساتھ ساتھ اپنے عقیدت مندوں کو بھی با وضو رہنے کی ہدایت فرمایا کرتے) اور ادائیگی نوافل میں مشغول ہو جاتے اور نماز فجر سے کچھ دیر پہلے تک یہی معمول رہتا،

اس کے بعد سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق سنت نماز فجر اور کچھ توقف کے بعد نماز فجر کے فرض باجماعت ادا فرماتے۔ اور پھر حدیث شریف کے مطابق اسی جگہ تشریف فرما ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے اور مراقبہ فرماتے اس دوران کسی قسم کی کوئی گفتگو نہ فرماتے اور پھر سورج کے طلوع ہو جانے کے بعد نماز اشراق ادا فرماتے۔ اور زائرین سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا، اُن کے مسئلے مسائل سنے جاتے اور حل کے لیے مناسب چارہ کیا جاتا۔ پھر سنت مبارک کے مطابق قیلولہ فرماتے۔ ادائیگی، نماز ظہر اور تقریباً ہر نماز کے بعد درس قرآن و حدیث شریف ہوتا اور حلقہ کی صورت میں ذکر و توجہ کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہتا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد حلقہ کی صورت میں ختم خواجگان پڑھا جاتا اور حدیث مبارک کے مطابق حضور قبلہ عالم "کامل خاموشی اختیار فرماتے تا وقتیکہ نماز مغرب ادا فرماتے اور ذکر الہی میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب تا نماز عشاء زائرین و سائلین کی آمد و رفت جاری رہتی اور اُن پر توجہ فرمائی جاتی۔

حضور قبلہ عالم "کا معمول پاک تھا کہ آپ" جس علاقے یا بستی میں تشریف لے جاتے تو زیادہ تر قیام مسجد میں ہی فرماتے اور وہاں اُن مساجد میں ضرور نوافل ادا فرماتے جن مساجد کا تعلق کسی بھی بزرگ ہستی (ولی اللہ) سے کسی بھی زمانے میں رہا ہوتا۔ سیالکوٹ اور پسرور کی اکثر مساجد میں آپ" اس نیت سے اکثر تشریف لے جاتے اور نوافل ادا فرماتے۔

حضور قبلہ عالم "گھر میں اشیائے ضرورت فالو حالت میں ہرگز نہ رکھتے۔ دربار شریف کے مصرف میں سے جو کچھ بچ رہتا، محلے میں ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ جس دن آپ" کا وصال ہوا چند آنے ایک گوشے میں پڑے ہوئے تھے۔

حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروری کے وعظ و نصیحت کی کیفیت بھی عام واعظین سے نہایت جداگانہ اور مختلف تھی۔ سنت مبارک کے مطابق دوران وعظ آپ" کے ہاتھ میں عصا ہوتا۔ جب آپ" وعظ فرما رہے ہوتے تو آپ" کی زبان پاک کے اثر سے حاضرین پر خشیت الہی کی اس قدر شدید کیفیت طاری ہو جاتی کہ اکثر سامعین پر اونچی آواز میں آہ و زاری اور شدید گریہ زاری کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لوگوں کے خوف خدا کی وجہ سے رنگ فق ہو جاتے اور لرزہ طاری ہو جاتا۔ اور یہ نہ تھا کہ یہ کیفیت کبھی بکھار ہوتی بلکہ آپ" کے ہر وعظ میں سامعین کی یہی کیفیت ہو جاتی۔ جا بجا لوگ خدا کے خوف سے لوٹ پوٹ لرزہ بر اندام اور آنسوؤں میں ڈوبے ہوئے نظر آتے اور ہر لفظ جو آپ"

کے لب مبارک سے بیان ہوتا سامعین کے دل و دماغ میں ایک انقلاب کی کیفیت پیدا کرتا جاتا۔ اور اس بات کے لیے کسی کے عالم یا کم پڑھے لکھے ہونے کی شرط نہ تھی بلکہ یہ معنویت تو ہر خاص و عام کے لیے تھی۔ یہی حضور قبلہ عالمؐ کے وعظ مبارک کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے اس میں سلف صالحین کی محافل و وعظ و نصیحت کا بڑا تو نظر آتا ہے۔ جب آپؐ وعظ فرما رہے ہوتے تو حاضرین کا مجمع سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ہوتا اور مسجد سے باہر بھی منگنیں دور دور تک پھیلی ہوتیں بلکہ آس پاس کے گھروں اور مکانوں کی چھتیں اور گلیاں وغیرہ بھی لوگوں سے بھر جاتیں۔ یہاں آپؐ کی واضح کرامت ہے کہ سب لوگوں تک آپؐ کی آواز یکساں صاف پہنچتی حالانکہ لوگوں کا قاصد منبر سے کافی زیادہ ہوتا بلکہ مسجد سے بھی خاصی دور تک ہوتے ہر کسی قسم کا آلہ مکرم بھی دریا استعمال نہ ہوتا۔ جب حضور قبلہ عالمؐ وعظ کے لیے تشریف لاتے تو غلقت کا ایک جم ظہیر ہونے کے باوجود کھل سکوت کی کیفیت طاری ہوتی، سب سامعین میں ادب و احترام کی نہایت عظیم کیفیت پیدا ہو جاتی۔ اس سلسلے میں ایک عقیدت مند ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ لاہور سے چند حضرات حضور قبلہ عالمؐ کے پاس تشریف لائے۔ جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو اُس وقت حضور قبلہ عالمؐ وعظ فرما رہے تھے جو نئی وعظ کی آواز اُن لوگوں کے کانوں میں پڑی اُن پر ایک عجب روحانی کیفیت (خشیت الہیہ) طاری ہو گئی اور اُن لوگوں نے وہیں سے رونا شروع کر دیا اور جوں جوں یہ کیفیت زیادہ ہوتی گئی اُن کی آوازاری بڑھتی چلی گئی۔ یہی عقیدت مند بیان کرتے ہیں کہ حضور قبلہ عالمؐ کے وعظ کے دوران (باوجود اس چیز کے کہ میں مکمل طور پر اُن پڑھ ہوں) جو کچھ حضورؐ بیان فرما ہوتے وہ ہمارے دل و دماغ میں مکمل طور پر اترتا ہوا محسوس ہوتا بلکہ ہمیں ان باتوں کی خود بخود سمجھ بھی آ جاتی۔

حضور قبلہ عالمؐ دوسروں کو نہایت درجہ ادب دیتے، کبھی کسی شخص کو ٹویاں تم کہہ کر مخاطب نہ ہوتے خواہ وہ کوئی خادم ہوتا یا کوئی اجنبی۔ بلکہ اس بات کا تو اس حد تک خیال فرماتے کہ اگر کوئی دودھ پیتا بچہ بھی آپؐ کے پاس لایا جاتا تو بھی آپؐ اُسے تم یاں تو کہنے کی بجائے ٹوسی (آپؐ) کہہ کر مخاطب فرماتے۔ لکھے ہوئے کاغذ کا ادب و احترام تو ایک طرف حضور قبلہ عالمؐ سادہ کاغذ کو بھی زمین پر نہ گرنے دیتے اور اس کا ادب فرماتے اور اس کی وجہ بیان فرماتے کہ اس کاغذ کا تعلق قرآن پاک سے ہو سکتا ہے اس پر قرآن پاک لکھا جاسکتا ہے لہذا اس کا ادب بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی تحریر اردو یا فارسی زبان میں ہوتی تو اُس کے متعلق ارشاد فرماتے کہ ان زبانوں کے حروف قرآنی حروف ہیں اس لیے ان کا ادب و احترام ضروری ہے۔ اسی لیے حضور قبلہ عالمؐ تحریر شدہ کاغذ کو زمین پر نہ گرنے دیتے اور اس کا

حضور قبلہ عالمؒ کی حیات پاک کا سب سے اہم معمول ساطین کی آمد پر نہایت شفقت اور رحمہ چرستانی سے سے اُن کو خوش آمدید کہنا اُن کی خاطر عداوت کرنا اور اُن کی حاجت پوری کرنا تھا۔ اس معمول کی ایک مثال تو آپؐ کا وسیع دسترخوان تھا جس پر بعض اوقات ایک وقت میں سینکڑوں کے حساب سے کھانے والے ہوتے اور اُن سب حضرات کو نہایت شفقت سے کھانا کھلاتے۔ بعض اوقات تو یوں بھی ہوتا کہ حضور قبلہ عالمؐ گھر میں کھانا تیار کرنے کے لیے پیغام بھجواتے حالانکہ اُس وقت کوئی ایسا مہمان موجود نہ ہوتا جو کھانا نہ کھا چکا ہو لوگ حیران ہوتے مگر کچھ دیر کے بعد مزید مہمان تشریف لے آتے اور یوں ادھر سے وہ مہمان درگاہ نقشبندیہ مجددیہ میں قدم رکھتے اور دوسری طرف اُن کے لیے گرم کھانا پہلے ہی دسترخوان پر موجود ہوتا۔ اکثر یہ بھی ہوتا کہ کوئی عقیدت مند حضور قبلہ عالمؐ کے پاس اپنے کسی مسئلے کے سلسلے میں آیا ہوتا آپؐ اس کے مسئلے کا حل فرماتے اور پھر اُس کی مالی حالت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے پاس سے خفیہ طور پر اُس کی کچھ مالی مدد بھی فرمادیتے۔ گویا یہ تو ایسے طیب ہیں کہ اپنے پاس سے دوا بھی دیتے ہیں اور ساتھ میں مالی مدد بھی۔ حضور قبلہ عالمؐ اپنے مریدین اور عقیدت مندوں کو بھی ساطین کو خالی ہاتھ بھیجے اور اُن سے معیوب سلوک کرنے سے منع فرماتے۔

حضور قبلہ عالمؐ کے پاس آنے والے اصحاب ہی فقط آپؐ کی نگاہ کرم اور فیوض و برکات سے مستفیض نہ ہوتے بلکہ آپؐ کا فیض آنے والوں کے گھر والوں بلکہ خاندانوں تک پہنچتا رہتا۔ اور پھر وقت نے یہ ثابت کیا کہ آپؐ کا فیض صرف ایک ہی نسل تک مقید نہ تھا بلکہ آپؐ کا فیض مبارک نسل در نسل چل رہا ہے۔ اور آج بھی ایسے افراد کثرت سے روضہ مبارک پر حاضری دیتے اور دلی مرادیں پاتے ہیں جنہیں کبھی آپؐ کی زیارت کا شرف نہیں ملا۔ اُنہوں نے صرف اپنے بزرگوں سے آپؐ کی حیات مبارک کے حالات و واقعات سنے اور دل و جان سے آپؐ کے گرویدہ ہو گئے۔ اس سلسلے میں بے شمار واقعات ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے چاہنے والوں اور مخلصین کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ معاندانہ رویہ رکھنے والوں اور دلوں میں کدورت، عداوت اور جارحیت رکھنے والوں کے ساتھ اسی حسن سلوک اور محبت کا برتاؤ رکھا جائے۔ حضور قبلہ عالمؐ مولانا محمد حسینؒ کی حیات پاک ایسے ہی حسن سلوک اور اخلاقی بلند یوں سے پُر ہے۔ اور اس کی ایک دو نہیں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اور یہی تعلیم آپؐ نے ہمیشہ اپنے

عقیدت مندوں کو بھی دی۔ آپ کے اس بہترین حسن سلوک کا معترف ہر وہ شخص ہے جو کبھی ایک مرتبہ بھی آپ سے مکالمہ اور معاملہ کر چکا ہو۔ آپ کے اخلاق مبارکہ سے عشق رسول ﷺ اور سنت رسول ﷺ کا سیل رواں بہا ہوا دکھائی دیتا اور آپ کے سینہ انور کا حال یوں تھا کہ

شده است سینه من پر از محبت یار

برائے کینہ اغیار در دلم جا نیست

”میرے دل میں اپنے دوست کی محبت اس قدر ساگئی ہے کہ کسی غیر کے لیے سینے میں کینہ رکھنے کی جگہ نہیں رہی“

نارووال شہر کے نزدیک موضع مہار شریف میں حضرت سید غلام نبی شاہ صاحب ایک ولی کامل یکتا روزگار عارف متقی اور زاہد اکمل تھے۔ آپ کی خدمت اقدس میں حضرت میاں شیر محمد شرق پوریؒ حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحبؒ (ایک روایت کے مطابق حضرت حافظ عبدالکریم صاحبؒ راولپنڈی والے بھی) اور حضرت مولانا محمد حسین پسروریؒ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اکٹھے ہوتے مجلس کرتے فیوض و برکات اور رشتہ و ہدایت حاصل کرتے۔ ۱۹۰۰ء کے لگ بھگ کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین پسروریؒ ایک طے شدہ وقت بوجہ نہ پہنچ سکے تو حضرت شیر محمد شرق پوریؒ نے فرمایا کہ ”حضرت مولانا پسروریؒ تو ہماری مجالس کے سر تاج ہیں اور آپ کے بغیر مجلس میں وہ کیف اور سرور نہیں ہوتا جس کے لیے ہم اکٹھے ہوتے ہیں اور حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ نے بھی اس کی تائید فرمائی“

حضرت حکیم خادم علی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحبؒ سے ہاتھ ملانے سے قلب جاری ہو جایا کرتا تھا۔ حضرت علامہ امام الدین رائے پوری اپنے وقت کے اجل عالم اور درویش تھے اور حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پسروریؒ کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپؒ کہا کرتے کہ ”قبلہ عالم سلف الصالحین میں سے ہیں۔ آپ جیسا پاکباز پارسا، خوف خدا رکھنے والا صاحب بصیرت اور عارف کامل اس زمانے میں پورے علاقے میں موجود نہیں۔ حضرت خواجہ خواجگان باباجی فقیر محمد چورانیؒ کے پاس حافظ عبدالکریم عید گاہ شریف والے پیر سید جماعت علی شاہ صاحبان ثانی و لا ثانی بیٹھے تھے کہ آپؒ نے حضرت جامیؒ کے بارے میں فکر انگیز نکات بیان کرنا شروع کر دیئے اور ان کے مقام فتانی الرسول پر بات کرتے کرتے اچانک فرمایا ”تو آؤ صاحبو! آج آپ کو جامیؒ سے ملو ادیں۔ اچانک سامنے سے حضرت مولانا محمد حسین پسروریؒ آتے دکھائی دیئے۔ باباجی نے فرمایا ”یہاں جامیؒ ہیں“

ڈاکٹر جاوید اقبال نے ۱۹۶۰ء میں ایک مضمون مفت روزہ ”چٹان“ میں چوہدری محمد حسین پر لکھا۔ چوہدری صاحب حضرت قبلہ عالمؒ کے مرید تھے اور علامہ اقبال کے دست راست بھی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اس مضمون میں ذکر کیا ہے کہ حضرت قبلہ عالمؒ کا روحانی تصرف بالواسطہ علامہ اقبال پر تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے ”مابعد طبیعیات“ کی تیاری کے دوران حضور قبلہ عالمؒ سے چوہدری محمد حسین کے ذریعے رہنمائی اور دعاء حاصل کی کہ سیالکوٹ میں ہونے کہ باعث اقبالؒ تک اُن کے علم و فضل کی شہرت پہنچ چکی تھی۔

اپنی رحلت سے تقریباً ایک ماہ قبل حضور قبلہ عالمؒ نے اپنے ایک عقیدت مند پروفیسر قاری غلام صادق صاحب کو ایک خط لکھا جس میں حضور قبلہ عالمؒ نے واضح طور پر اپنے وصال مبارک کے متعلق ذکر کیا۔ یہ مکتوب مبارک ۳ جون ۱۹۵۱ء کو تحریر کیا گیا۔ (یہ خط بعد میں پروفیسر صاحب نے اپنی خودنوشت ”خودی نہ بیچ“ غریبی میں نام پیدا کر ”میں شائع کیا)۔ اس مکتوب مبارک کا متن درج ذیل ہے۔

عزیز من ، سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہوتا ہے وہی جو منظور خدا ہو، سراسر معذور، صعوبت سفر کو نہ برداشت کرنے والی ہستیاں، جسمانی روحانی ملاقات کو ترستی اور تڑپتی سفر آخرت کو تیار ہیں۔ کاش کہ اس کا کوئی حصہ تو انا اور لونہال وجود موجود کو اظہار کرنے کا موقعہ دیتے۔

الحمد للہ آپ راضی ہیں اور یہاں سب طرح سے خیریت ہے۔ بزرگ ہستی اصل اس روز با برکت شامل حال رہی۔ آج موضع مہار شریف میں ختم شریف کا اہتمام ہو رہا ہے۔ قبولیت کا شرف خدا کرے حاصل ہو۔ عزیز کو ارادہ میں رحمۃ اللعالمین ﷺ کی طفیل نیک عقیدہ اور ارادت کی برکت سے کامیابی حاصل رہے۔ ارادہ میں وما تشائون الا ان یشاء اللہ پر عقیدہ حاصل رہے۔

والسلام

فقیر محمد حسین عفی عنہ

رنگپورہ ، سیالکوٹ

پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ”مذکورہ خط جمعگ میں موصول ہو جانے کے باوجود نائب قاصد کی کوتاہی سے مجھے تین روز کے بعد ملا۔ خط کے متن سے ظاہر تھا کہ حضرت صاحب کے وصال شریف کا وقت آپہنچا ہے۔ میں جلد از جلد سیالکوٹ پہنچا مگر محسوس کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا وصال ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے میں کتنے ہی فیوض و برکات سے محروم ہو گیا۔“

قیام پاکستان کے بعد حضور قبلہ عالم کے فرزند اکبر صاحبزادہ بشیر احمد بصرہ سے تشریف لے آئے۔ آپ نے ان تین چار سالوں میں انہیں تمام امور ظاہری و باطنی خدمت خلق و زائرین درس و تدریس، مہمانداری اور امور آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے بطریق احسن آگاہ فرمادیا۔ ان ایام میں حضور قبلہ عالم مولانا محمد حسین پرسوری کے چہرہ مبارک پر انوار و تجلیات کی کثرت کے باعث نور کا ایک ہالہ سا پڑا رہتا جو ہر خاص و عام کو محسوس ہوتا۔ اور اس عرصہ میں بالخصوص جب آپ بیان فرما رہے ہوتے تو مجلس مبارک میں موجود ہر خاص و عام عالم و جاہل اصحاب کا کہنا ہے کہ آپ کے الفاظ ہمارے سینوں میں اترتے محسوس ہوتے اور ہر بیان کردہ نکتہ ذہن نشین ہو جاتا۔ آپ آخری ایام میں کھل طور پر صحت مند اور توانا تھے۔ مسجد میں تمام نمازیں ادا کرنا درس و تدریس حاضرین زائرین مریدین اور مہمانوں سے ملنا ساتھ بیٹھنا حسب معمول جاری تھا کہ آپ صرف دو روز کی مختصر علالت کے بعد ۱۰ اشوال المکرم ۱۳۷۰ ہجری بمطابق 15 جولائی 1951ء بروز اتوار بوقت عصر اس دار فناء سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔

آپ کی رحلت کے حوالے سے آپ کی صاحبزادی محترمہ رضیہ بیگم فرماتی ہیں کہ ”ظاہری زندگی کے آخری روز نماز فجر سے (شدت علالت اور شدید ضعف کے باوجود) ہاتھ اٹھا کر خلق خدا کے لیے دعاء مانگتے رہے۔ لوگ جوق در جوق عیادت کے لیے آ رہے تھے۔ اور حضور قبلہ عالم مسلسل آنے والوں کے لیے دعاء میں مصروف رہے، نفاہت کے باعث اگر ہاتھ نہ اٹھا سکتے تو ہاتھوں کو سہارا دے لیتے۔ اُس دن بے انتہاء لوگ عیادت کے لیے حاضر ہوئے۔ اور آپ آخری سانس تک خدا کی مخلوق کی دلجوئی میں مصروف رہے۔ جب روح ہر نور جسم مبارک سے رخصت ہوئی تو شام کے چار بجے تھے۔ ہم سب اُن کے قریب موجود تھے۔ حفاظ کرام ارد گرد بیٹھ کر تلاوت کرنے لگے۔ رحلت کے آدھ پون گھنٹے کے بعد تک آپ کی زبان مبارک ذکر کرتی رہی“

وعدۃ وصل چوں شود نزدیک

آتش شوق نیز تر گردد

ستارہ صبح کی طرح افق حیات پر نمودار ہونے والے عاشق رسول ﷺ نے 81 سال کی عمر میں

ارجعی الی ربک کی دعوت حق پر یہ نفس مطمئنہ خلوت قدس کی طرف روانہ ہو گیا۔

انا لله وانا الیہ راجعون

اس خبر کے پھیلنے ہی فوری طور پر سیالکوٹ شہر کی دکانیں بند ہو گئیں۔ وفات سے لوگ دیوانہ وار دربار عالیہ کی جانب بھاگ اٹھے۔ صف ماتم بچھ گئی۔ آفتاب علم و عرفان کے ڈوبنے کو مسلمانان پنجاب کے لیے غم انگیز حادثہ قرار دیا گیا۔ لاکھوں لوگوں کو آپؐ کی ذات سے عقیدت کا فخر حاصل تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ ہر طرف لوگ ہی لوگ نظر آتے تھے رنگپورہ شریف میں بتل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ لوگ رورہے تھے کہ ہمارا مربی ہمارا غم گسار کہاں رو پوش ہو گیا ہے۔ اب کون ان کے غموں کا مداوا ثابت ہوگا؟ کون انہیں اس دلنشین انداز میں صراط مستقیم کی طرف لائے گا۔۔۔۔؟

کہا جاتا ہے کہ جنازہ میں شامل زائرین کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ پہلا آدمی اگر جناح پارک تھا تو آخری آدمی احاطہ دربار شریف میں تھا۔ (جبکہ درمیانی فاصلہ کم از کم دو سے تین کلومیٹر تھا) پھر بھی سوگواروں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ شہر کے انتظامات بحال رکھنے کے لیے میونسپل کمیٹی اور پولیس نے مدد کی۔ غم و امداد کی عجب فضا تمام شہر پر چھائی ہوئی تھی۔ حضور قبلہ عالمؐ کو غسل حافظ غلام رسول صاحب نے دیا جبکہ نماز جنازہ کی امامت کے فرائض آپؐ کے حکم کے مطابق حضرت مولانا امام الدین رائے پوری نقشبندی مجددی نے ادا کئے۔ اس دوران گریہ زاری اور عقیدت مندوں کی بے قراری کے عجیب و غریب مناظر چشم فلک نے دیکھے۔ آپؐ لاکھوں افراد کے روحانی باپ، روحانی پیشوا اور ٹوٹے دلوں کا سہارا تھے۔

حضور قبلہ عالمؐ اپنے جس مرشد باکمال، مطلع انوار و تجلیات حضور پُر نور حافظ فتح الدینؒ کی محبت میں اپنا شہر چھوڑ کر ان کے پاس چلے آئے۔ حضور قبلہ عالمؐ کو آخری آرام گاہ کے طور پر جگہ بھی ان ہی کے پہلو میں نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپؐ کا حرار مبارک حضور خواجہ حافظ فتح الدینؒ کے پہلو میں بتایا گیا (رنگپورہ شریف سیالکوٹ دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ملحقہ جامع مسجد امواتاں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سوز و گداز کی کیفیت کا ذکر آپ کے عزیز مرید حاجی عبدالغنی صاحب کے ایک مکتوب میں ملتا ہے جو کہ یہاں بطور خاص شامل کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ مکتوب آپ کے حالات کے بارے میں اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

مکتوب از حاجی عبدالغنی صاحب بنام محمد یوسف صاحب

اقبال منزل ، کراچی

29.01.1981

عزیز محترم سلمک اللہ تعالیٰ فی الدارین

سلام مسنون۔ گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔ عزیز کو خط لکھنے کے لیے طبیعت تقاضا کر رہی تھی۔ حقیقتاً اس تقاضا نے ہی عزیز کو خط لکھنے پر آمادہ کیا۔ حیدرآباد میں بچپن کے دوست ہیں بے چارے بیمار رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں ان کو خط لکھا۔ جواب میں لکھتے ہیں۔ ” دو تین ہفتے سے میں خود بھی سوچ رہا تھا کہ خط لکھ کر آپ کے حالات دریافت کروں۔ مگر آپ کا پتہ میرے پاس موجود نہ تھا۔ اس دفعہ پتہ نوٹ کر لیا ہے۔“ گویا ظاہر یہ ہوا کہ دلوں کے درمیان ایک قسم کی تار برقی کا بھی کوئی نظام اللہ تعالیٰ نے انسان کو ودیعت فرما دیا ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آپ کو بھی انہی دنوں خط لکھنے کا خیال آیا۔

بہر حال یاد آوری کا مشکور ہوں۔ مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ شاید آپ اس جگہ کام کر بھی رہے ہیں یا تبدیل ہو گئے ہوں۔ اس لئے دل میں تو عزیز کا تصور رہا مگر خط نہ لکھ سکا۔ خیر آپ نے اچھا کیا خط لکھ دیا۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے تو انوار کی بارش خوب ہوئی۔ بیمار ہو گئے۔ جس کے عوض بے شمار تر قیاں عطاء ہوئیں۔ پھر جب سیالکوٹ میں شدید علالت میں گرفتار ہونے کے بعد شفا یاب

ہوئے تو فرمایا۔ کہ دیار پاک میں بیماری سراسر رحمت ہوتی ہے۔ یہاں تو وہ بات نہیں میسر ہوئی۔ سخت تکلیف میں بھی کبھی منہ سے ہائے نہ نکلے۔ کوئی طبیعت دریافت کرتا تو فرماتے خیر ہے۔ اور کبھی تکلیف کا اظہار یا شکایت نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب بے مثل ہوتے ہیں۔ ان کو انعام کی بجائے آلام میں زیادہ لطف آتا ہے۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ” پاروی تھڑکی قسمت والیاں ٹوں بلدی اے “ اس ٹھوٹے سے جملے میں کس قدر رو وادہ معرفت ہے۔ مجھے یہ الفاظ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے منہ مبارک سے نکلنے سنائی دے رہے ہیں۔ اور کیف سے چشم تر ہے۔ دین سراسر عشق بازی ہے۔ اس عاجز کو مسئلہ وحدت الوجود کا کسی حد تک کیف ہے۔ ایک دفعہ کسی دوست کی دعوت سے واپس دربار شریف جا رہے تھے۔ باقی دوست پیچھے کچھ فاصلے پر تھے۔ یہ عاجز حضور رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل عقب میں چل رہا تھا۔ ہائیں جانب گندم کی فصل کھڑی تھی۔ جس میں سے ٹٹے اونچے ہو ہو کر اس کیفیت میں جموٹے معلوم ہو رہے تھے۔ اور عاجز پر کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ حضور کا احترام دامنگیر تھا۔ معاً جناب یہ شعر ذرا اونچی آواز میں پڑھنے لگے۔

ہمت بلندوار کہ نزد خدا و خلق

وارد بقدر ہمت تو اعتبار تو

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام رضا تھا۔ جو صحابہ ” کو میسر تھا۔ عاجز نے جناب کے لب مبارک سے یہ الفاظ سنے ” مقام رضا بھی عجیب مقام ہے “ حضور فرد و قطب وقت تھے۔ مجھ کو اس ماحول میں سے گزرے تو مستی نہ کرتے۔ اور ادب ادب کہنے لگ جاتے۔ سیداں والی میں ” پیر کا کے شاہ “ مشہور مجذوب ہوئے ہیں۔ وہ جب اس طرف سے گزرے تو بالکل دم بخود ہو کر گزرے اور ساتھیوں کو ادب ادب فرمانے لگے۔ حالانکہ کہ حضور سے بہت فاصلے سے گزر رہے تھے۔

خط لبا ہو گیا ہے۔ لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم والا قصہ ہے۔ ایسی صحبت نغمیت ہے۔ جسمیں دوست کا ذکر ہو۔ کبھی خط سے نوازش فرمادیا کریں۔ ضعف بڑھتا جا رہا ہے۔ مگر روحانیوں سے کلام کی پیاس بڑھتی جا رہی ہے۔ دیکھیں، عمر کی کتنی منزلیں باقی ہیں۔ خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ انجام بخیر ہو۔ اور کیا عرض کروں۔

طالب دعاء

احقر محمد عبدالغنی عفی عنہ

